

موجودہ نظام تعلیم کرنے والے کام

اللہ مجھہ، علیم کی عطا کردہ تعلیم کی روشنی میں موجود نظام تعلیم کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات الہ نشرح ہو کر سامنے آتی ہے کہ یہ نظام دو بنیادی اور جو ہری خرابیوں کا حامل ہے۔ جن کے اثرات مسلسل، دورس اور دیرپا ہیں۔ اس پر طرفہ تماشا ہے کہ اس نظام کو گھٹنے والوں (معصب انگریزوں اور بعد میں ان کے ٹوڈی جاگیر داروں اور سرمایہ داروں) نے بڑی مہارت کے ساتھ ان خرابیوں کو شوگر کوٹ کیا ہے۔ تشویش ناک حد تک جمد ملی کے لئے زہر پلاہل کا درجر کھنے والی یہ دعظیم الجثہ خرابیاں سیکولرزم (کوئی دین مذہب نہیں) اور استحصال (کمزور لوگ کے حقوق اس قدر ہوشیاری کے ساتھ غصب کرنا کہ انہیں احساس تک نہ ہو) ہیں۔ ایسا کہنا کوئی نی بات نہیں۔ ایک عرصے سے ملکی و ملی و در رکھنے والے صاحبان علم و عرفان ان ملی آبن کی دشمنی خرابیوں کی طرف پوری قوم کی توجہ مبذول کر رہے ہیں۔

گزشتہ دو عشروں (1980ء تا 2000ء) کے دوران میں ہمارے ملک میں معاشرتی، معاشی، سیاسی اور خصوصاً تعلیمی میدان میں چند تبدیلیاں ایسی "در آئی ہیں کہ علاوہ، بہت ساری دوسری باتوں کے تعلیمی شعبج میں اور بطور خاص موجودہ نظام تعلیم میں اس سیکولر اور استحصالی جو ہر بخاطر مقدار بڑی سرعت کے ساتھ بڑھا ہے اور عمل ہنوز جاری ہے۔ اگر ہم بحیثیت قوم خطرات کافی ہم حاصل کرنے اور ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی بجائے انکی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کے عادی نہیں ہوئے تو اس نوشتہ دیوار کو کھلی آنکھوں اور جا گئے ذہنوں کے ساتھ پڑھ لیجئے کہ حالیہ صورت حالات برقرار رہی تو ہمارے موجودہ نظام تعلیم میں سیکولرزم اور استحصال کا تیزی سے مارچ کرتا ہوا عفریت ہماری شناخت (دو قومی نظریہ، مسلم ثقافت اور اسلامی تہذیب و تمدن) کو دبوچ لے جائے گا۔ گزشتہ پانچ برسوں (1995ء تا 2000ء)

کے دوران میں ترقی پذیر دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی انفار میشن یونیورسٹی (ائز نیٹ وغیرہ) نے سائیکلوں کی طرح آنا فاماً افراد، گھروں اور اداروں میں گھس کر لادینیت اور استھصال کے عمل کی رفتار کو دوچند کر دیا ہے۔ خطرے کی گھنٹی کا آہنگ اس قدر بلند ہوا جا رہا ہے کہ ملک و ملت کا دردر کھنے والوں کے کان پھٹے جا رہے ہیں۔ ایسے حالات میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی زندہ قوم انہیں دیکھ کر پیچھے ہٹی ہو اور پسپائی کے راستے کا انتخاب کیا ہو۔ الحمد للہ! پاکستانی قوم بالعلوم اور اس کے نوجوان بالخصوص ماضی میں پیش آمدہ تمام آزمائشوں میں ان کے مقابل سینہ سپر ہوئے، بہترین بصیرت کا مظاہرہ کیا، پیغمور طرز عمل اپنایا اور قوت اور تدبیر کے ہتھیاروں سے ان کا منہ پھیر دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ملی نعمۃ بجا طور پر بجا یا جاتا ہے

ہم زندہ قوم ہیں، پاکندہ قوم ہیں

کیا موجودہ نظام تعلیم سیکولر ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں اس تعلیمی سیٹ اپ کے شاملات کا جائزہ لینے سے ملے گا۔ پر ائمہ جماعتوں سے لیکر یونیورسٹی کی سطح تک ہمارے تمام نصابات میں قرآن کا ترجمہ و تفسیر، تعلیم حدیث اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ سمجھی کچھ موجود ہے تو پھر یہ نظام تعلیم سیکولر کیسے ہوا؟ یہی جیز پہلے خود سمجھنے اور پھر دوسروں کو سمجھانے کی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ دوسری اور تیسرا جماعت سے ہی ہمارے ایمان و اعتقاد اور اسلامی نظریات کی نقی کرنے والی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے (مثلاً سود کے متعلق حساب سوالات، خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم، علاقائی اور صوبائی کلچر کا تعارف، غلط بنیادوں پر قائم موجودہ ملکی سیٹ اپ کا تعارف وغیرہ) اور یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم و تدریس کے عمل تک جاری اور قائم رہتا ہے۔ بلکہ یونیورسٹی کی سطح پر تو اسلام کے بال مقابل پورے کے پورے دین کی حیثیت رکھنے والے نظریات کی تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ مثلاً معاشیات میں یہودی نژاد مردم بیزار خاندانی منصوبہ بندی کا خیال پیش کرنے والے مالک، سرمایہ داروں کے لئے موزوں معاشی نظام کی

داغ بیل ڈالنے والے آدم سمتھ، اور عوامِ انساں کو جانوروں کی حیثیت دیکر انہیں "چارہ" فراہم کر کے ساری ملکی دولت صرف چند سرمایے کے سانپوں کے سپرد کرنے کے نحیاں کے خالق یہودی معاشری دانشور کارکار کس کے نظریات کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ سیاسیات میں دغاو فریب کے امام منکیوالی کے نظریات پڑھائے جا رہے ہیں اور عمرانی و نفیاقی علوم میں انسان کے جنسی معاملات میں ذہنی پسمندگی کا مظاہرہ کرنے والے فرائد ایسے تبدیل اور محبوب الحواس دانشوروں کے پڑی سے اترے ہوئے نظریات شامل نصاب ہیں۔ خالق کائنات کے عطا کردہ فطری ایمان و اعتقاد کو بلڈوز کرنے والے ان جملہ نظریات کی علیقی اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جب کسی نظام تعلیم میں ان راندہ درگاہ نظریات کی مدد سے نسل نوکی ذہن سازی بھی کی جا رہی ہو۔ دس (میٹر ک) بارہ (انٹر) چودہ (گرایجویشن) یا سولہ (ایم اے، ایم ایس سی) سال کے بعد جب ایک فرد میدان عمل میں اپنے جو ہر دکھانے آتا ہے تو اس کے جہاں تک سائنسی تعلیم اور نصابات کا تعلق ہے تو یہ تو ترے ہیں ہی بے خدا، ان کا مذکور کیا؟ ایمان و اسلام کے پر سیکولرزم کی قیچی سے پوری طرح کاٹے جا چکے ہیں۔ اس کے خون کے سرخ و سفید ذروری میں پائی جانے والی ایمانی قوت سے مسجد اور ملت کی طرف کھیپتی ہے۔ لیکن دوران تعلیم اس ایمانی قوت کے گرد دھیرے دھیرے بنائیا سیکولرزم کا جال اسے جذبے اور جنپش سے محروم کرتا رہتا ہے۔ آج ہمارا معاشرہ اس صورت حال کی کچی تصویر پیش کرتا دکھائی دیتا ہے۔

کعبہ مرے پیچھے ہے ملیسا مرے آگے

خانہ کعبہ پر حملے کی خبر (1980ء) ہو یا بابری مسجد شہید کرنے کی خبر (1992ء) ہو یا ٹھا جوان اور بچہ اسے اپنی ایمانی متاع پر حملہ تصور کرتا اور شعلہ جوالہ بن جاتا ہے جس کی آگ میں کفر کے اماموں کے گڑھ (امریکن سٹر، مندرجہ غیرہ) جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔ تاہم یہی ایمان، سیکولرزم کے جال میں جکڑا ہوا ایمان، مصارف زندگی میں کمزوری اور بے بی کی تصویر بنا نظر آتا ہے۔ سوچنے کی بات فقط یہ

ہے کہ آخر ہم کب تک اپنے تعلیمی اداروں میں کنفیوز نسلیں پرداں چڑھاتے رہیں گے۔ سبز گنبد سے تعلق ان کے ایمان کو سر سبزی و شادابی عطا کرتا ہے مگر سیکولر ازم کی خشک سالی اس لہبہاتی فصل کو سوکھے کا شکار کر دیتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ تعلیم کے انجمنگشن سے ہمارے جمدی کے رگ و پے میں سیکولر ازم کا زہر چکٹے چکٹے سے داخل کیا جا رہا ہے اور ہم عالم بے خبری میں اس میٹھے اور چھپے ہوئے زہر کو اپنے جسم و جاں میں اترنے دیئے جا رہے ہیں۔ تعلیم قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ بلا حفاظ مقدار مقدار ہمارے تمام نسبات تعلیم میں اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہے۔ جزو اور کل میں اتنا بڑا تفاوت ہی اس بات کا غماز ہے کہ ایک نہایت قلیل مقدار جزو کی تدریس اور وہ بھی محض رسم کے طور پر یا پھر محض خانہ پری کے لئے اپنے سے ہزار گناہ بڑے کل کے مقابلے میں کیا اثرات پیدا کر سکتی ہے؟ محض دکھاوے کے لئے یا سطحی نگاہ رکھنے والے مفترض کامنہ بند کرنے کے لئے قرآن کا ترجیح و تغیری، تعلیم حدیث اور مطالعہ تاریخ اسلامی شامل نصاب ضرور ہے۔ مگر عملاً ان کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے تمام تر نسبات میں سیکولر ازم کی تعلیمات شامل کر دی گئی ہیں۔ گویا ہمارے تعلیمی ہاتھی جو بد فہمی سے سفید بھی ہے کے دکھانے کے دانت اور ہیں اور کھانے کے اور اور مشراب سے لباب بھرا ہوا ہے اور اس میں اور قرآن و حدیث تیر رہے ہیں۔ سادہ لوح اور پری سطح پر یہ تیرتے اور اوقات دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر دیکھنے والے یہ منظر دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے اپنے خرچ پر اس تعلیمی شراب کے خم پر خم اندھائے جارہے ہیں اور قوم کے پیروجوں ایجاد نے میں اسے پئے جا رہے ہیں۔

ہمارے موجودہ نظام تعلیم کی دوسری بہت بڑی خرابی اس کا ایک استھانی نظام ہونا ہے۔ بخیک قیام پاکستان کے دن سے اہل دل درد مند چیخ چیخ کر اس امر کی جانب توجہ مبذول کر رہے ہیں کہ یہ طبقاتی نظام تعلیم ہے، استھانی اس کا جو ہری پہلو ہے۔ یہ ہمارے ملک نظریاتی شخص کے خلاف ہے۔ یہ نظام ہمارے معروضی ملک حالات سے لگانیں کھاتا۔ دراصل کسی بھی ترقی کرتے ہوئے معاشرے میں اہل وسائل اور محروم طبقات کے درمیان فرق کو کم سے کم کرتے چلے جانا ہوتا ہے۔ مگر ہمارا موجودہ نظام

تعلیم ان طبقات کے درمیان حائل خلیج کو مزید و سعی کئے جا رہا ہے۔ بالآخر ایک وقت آئے گا کہ جب اہل وسائل کے پاس وسائل توجہ امداد بہت زیادہ جمع ہو جائیں گے مگر یہ خود تعداد میں کم ہونے لگیں گے جبکہ محروم طبقات کی محرومی بڑھتی چلی جائے گی اور ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگے گا۔ پھر ایسے ہوتا ہے کہ گلی و بازار اور درود بیوار سے پکار گو نجتی ہے۔

اٹھو ! میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرانے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے

اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی لوٹ کھوٹ کے لئے سازگار ماحول دراصل سرمایہ دار کو سوٹ کرتا ہے۔ اس کا کوئی دین مہذہ بہ نہیں ہوتا ہے۔ ریہ راندہ درگاہ مخلوقِ محسن پیسے کی پچاری ہوتی ہے۔ کہ خالق تقدیر نے ان کا آخری انجام یہی لکھا ہے۔ تخت گرانے اور تاج اچھالنے والی صورت حال پہلے کی طرح کے مگر ایک دوسری قسم کے خطرناک اور نقاب پوش سرمایہ داروں کو راس آتی ہے۔ یہ نام نہاد اشتراکیت پسندوں (ملکی و قوی سرمائیے میں سب کے اشتراک کا سراسر دھوکے پر مبنی نعرہ اگانے والے بہرویوں) ٹولے ہے جو معاشرے میں تاج اچھالنے والی صورت حال پیدا کرنے میں عمل انگیز کا کام کرتا ہے تاکہ وسائل پر قابض ہونے کی جلد بازی لے سکیں اور انسانوں کا ایک اور فتح ٹکل کا استحصال کر کے اپنی ہوس نفسانی کو بچانے کا سامان کر لیں۔ اس ٹولے کو بھی دین و مذہب کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

طبقات کی بات تو آسمانی سے سمجھ میں آجائی ہے کہ ایک غیریب طبقہ ہوتا ہے اور ایک امیر۔ ان کے درمیان ایک متوسط طبقہ بھی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غریب کے پاس وسائلِ کم ہوتے ہیں اور امیر کے پاس غریب سے بھیتیا ہوئے ڈھیروں وسائل ہوتے ہیں جوئی طور پر سوسائٹی کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں تو یہ بات بالکل درست دکھائی دیتی ہے۔ اپنی دکان (ایسٹ انڈیا کمپنی) کو حکومت میں تبدیل کرنے والے عیار اور شاطر انگریزوں نے اپنے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو نظام تعلیم ترتیب دیا۔ وہی وراشت میں قیام پاکستان کے بعد برطانوی استعمار کے ایجنسیوں کو مل گیا تو ناجائز جاگیرداروں اور سرمائے پر پلے ہوئے کالے انگریزوں نے اسے برقرار کھا۔ جوں کا توں کہ یہی ان کے مفاد میں تھا۔ لارڈ میکالے کے اس نظام تعلیم کے تحت سے قائم یہ تعلیمی ادارے دو قسم کے تھے۔ مفت یا انتہائی کم فیس والے ادارے (مدرسے سرکاری اسکول مکانی وغیرہ) اور زیادہ فیس اور اخراجات والے مہنگے تعلیمی ادارے (ایچی سن، برن ہال وغیرہ) پہلی قسم کے ادارے غیریبوں اور کم وسائل رکھنے والوں کے لئے اور دوسرا طرح کے ادارے غدار ابن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے لئے کہ جو معاشرے اور ملک کے وسائل پر ریشہ دوانیوں کے ذریعے قابلص تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے کی یہ صورت اعلان آزادی اور قیام وطن کے بعد بھی قائم ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقوں کے لئے مختلف تعلیمی ادارے قائم کر کے گویا طبقاتی نظام تعلیم ہمارے سروں پر تھوپ دیا گیا۔ بد قسمتی ہے کہ یہ نہ سوت اب تک ہمارے قوی نصیب پر چیٹی ہوئی ہے۔ چوچنے والی بات یہ ہے کہ طبقاتی نظام تعلیم میں استھان کیسے ہوتا ہے؟ انسانی اور آئینی لحاظ سے تعلیم ہر انسان کا مساوی حق ہے۔ طبقاتی نظام تعلیم میں یہ حق جبر کی بنیاد پر کم و بیش کر کے کسی کو زیادہ (بلا استحقاق) اور کسی کو کم (استحقاق کے باوجود) دیا جاتا ہے۔ اس کم و بیش کا انحصار، معیار یادار و مدار صلاحیت اور قابلیت پر ہوتا یہ عین مطلوب ہے اور قوی و ملی امکنوں کے عیب مطابق۔ اسے شومنی قسمت کہیے کہ ہمارے نظام تعلیم میں عملًا اور اصلًا معیار جاگیر، دولت اور وسائل میں۔ جوہر قابل نہ بھی ہو تو کیا ہوا؟ کسی صاحب وسائل کا "فرزند ارجمند" یا اس کی

دختر نجروہ ناز " تو ہے۔ بس یہی کافی ہے۔ یوں ملکی وسائل پر غاصبانہ قضیے کی طرح اہل وسائل کا استعمال بھی غیر فطری انداز میں اور غیر منصفانہ فراہمی پر بھی یہ استھان ختم نہیں ہوتا۔ بعد میدان پھر غیریب اور متوسط طبقے کے ذیں، قابل اور تعلیم یافتہ افراد کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا "نکال" دیا جاتا ہے۔ اچھی، با اختیار اور پر کشش اسامیوں پر ایک بار پھر ملکی وسائل پر ناجائز قابض طبقات کی نالائق اولادیں بر امحان ہو جاتی ہیں۔ یہ اولادیں مجموعی طور پر ناز و نعم کی عادی اور محنت سے بیچ رانے والی اور قدرے نااہل ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ باون ترین سال سے ملک کی باگ دوڑ ان نااہل اور بد دیانتی کے عادی ہاتھوں میں رہنے کی وجہ سے وطن عزیز نصف صدی گزرنے کے باوجود ہندو پہمانہ ہے اور نچلے درجے کا ترقی پذیر ملک کھلاتا ہے خصوصاً تعلیمی صورت حال کا جائزہ لیں (شرح تعلیم 26 یا 36 فی صد؟) تو مایوسی کا عفریت رہی سہی قومی امنگوں کو بھی ہڑپ کرتا ہو انظر آتا ہے۔ جہاں کہیں اور جس کسی فیلڈ میں پاکستانیوں نے کار نمایاں انجام دیا ہے وہاں غیریب اور متوسط درجے کے باصلاحیت افراد (مثلاً اکثر عبد القدری خاں) کا نام جنین وطن پر ضوفشاں ستارہ بن کر جگتا نظر آتا ہے۔ کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ کلیدی اسامیوں پر نااہل قابض ہوتے رہیں اور اس ملک کی مٹی اور نظر یہ پر جان وار دینے والے اہل اور باصلاحیت، محنتی اور جفاش افراد کلرکی کی ایسی مدد گار ملازمتوں کے لئے بھی ترسنے پڑھیں۔ ملک میں روز افزوں بے روز گاری کا جائزہ لیں تو یہ ساری کی ساری غیریب اور متوسط درجے کے وفادار اور قابل کار پاکستانیوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ ناجائز قابضین وسائل کے لئے بھلا بے روز گاری کیا معنی رکھتی ہے؟ کیا یہ ان کا مسئلہ ہے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات اظہر من الشس ہو جاتی ہے کو موجودہ نظام تعلیم متعدد اعتبارات سے ایک سراسراً استھانی نظام ہے۔ تعلیم کے حصول کے اچھے موقع سے لیکر حصول روز گاری جاں گسل تک و دو تک یہ نظام تعلیم اس ملک کے وفاشاروں کو مسلسل دباتا چلا آ رہا ہے۔ یہ نظام ان کی اٹھان، امنگ اور امید کو کسی ملک کے وفاشاروں کو مسلسل دباتا چلا آ رہا ہے۔ یہ نظام ان اٹھان، امنگ اور امید کو کسی طور نہیں دیتا۔ مختلف تعلیمی اداروں

میں اپنے اپنے بیارے، معموم اور ذہین پچوں کو "اچھے" اسکولوں میں داخلہ دلانے کے لئے جو تیار چیختاتے والدین کو اور پھر پڑھ لکھ کر انہیں بیاروں کو چند لکے کے معمولی سے روزگار کے لئے درد کی ٹھوکریں کھاتے دیکھ کر کویوں لگتا ہے کہ جیسے یہ لوگ کوئی قید مشقت کاٹ رہے ہیں۔ زندگی بھر اس مشقت کا ختم ہونا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ حالات دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

تعلیمی اداروں کی ناکافی ناقص اور بوسیدہ عمارت، ان میں اچھی لا بصریوں کا فقدان، غیر معیاری اور ناقص لیبارٹریاں، اساتذہ کی حد تک کم تنخواہیں، اغلاط سے پر غیر معیاری نصابی کتب کی ناقص طباعت اور تاخیر سے دستیابی، گھوٹ اسکولوں کی موجودگی، نظام امتحانات کی پیچیدگیاں اور جملہ خرابیاں، ناموزوں امتحانی طریقہ کار پرچوں کا بر سر عام اکٹھاف، نقل کارچان، بوٹی مافیا، پرچوں کی مار لگ کیں میں سفارش اور رشتہ امتحانات کا تاخیر سے اعقاد اور نتائج کا تاخیر سے اعلان اور ایسی دوسری بیسیوں خرابیاں دراصل موجودہ نظام تعلیم کے استھانی پہلوکے مختلف مظاہر ہیں۔

شاید آپ نے کسی درجے میں اس امر کا مشاہدہ کیا یا آپ کو اس کا تجربہ ہوا ہو کہ گر شستہ دو عشروں (1980ء تا 2000ء) کے دوران میں چند "منڈ زور" تبدیلیاں ہماری نظام تعلیم میں ایسے "در آئی" ہیں کہ ملکی نظام کی بالعوم اور تعلیمی نظام کی بالخصوص فرسودگی کی رفتار ایک دم تیر ہو گئی ہے اور موجودہ نظام تعلیم کا سیکولر اور استھانی جبراً افاناً اپنی انتبا کو چھوٹے لگا ہے۔ یہ جبراً افزاء تبدیلیاں دو ہیں۔

۱۔ سرکاری شعبے میں قائم تعلیمی اداروں کی خود مختاری مثلاً گورنمنٹ کالج لاہور، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، لاہور، غیرہ اور

۲۔ نجی شعبے (پرائیویٹ سیکولر) میں تعلیمی ادارے قائم کرنے کی پالیسی (مثلاً امریکین نیشنل اسکول، بیکن ہاؤس، پنجاب اسکول، مختلف کامرس اور کمپیوٹر کالج، آئی ایل ایم وغیرہ)

تجربے اور مشاہدے کی روشنائی سے وطن عزیز کے بائیوں کے دلوں پر یہ لکھا جا پکا ہے کہ خاص طور پر ان دو اقدامات نے موجودہ نظام تعلیم کے سیکولر ازم اور جبر و استھصال کو زہر میں مجھی ہوتی دودھاری تواریخنا دیا ہے۔ نو قائم شدہ تعلیمی اداروں یا با فعل ان کی اصل نوعیت کے مطابق تعلیمی دکانوں کے دکانداروں کی ہوس زر اور دکھاوے پر منی ان کے مصنوعی معیار تعلیم کی تیز دھاروں سے رہنمائی سے محروم بے چارے لوگوں کا معاشری قتل عام کیا جا رہا ہے اور آئندہ نسلوں کو خود انہیں کے خرچ پر کند چھری کے ساتھ ان کی اصل پہنچان سے کاتا جا رہا ہے۔ تعلیم فراہم کرنے کے لبادے میں چھپی ہوس زر کا افہار رجسٹریشن اور داخلے کے نام پر بھاری واجبات، ماہوار ٹیوشن کی بلند شریوں اور اس پر مسترد اڈو نیشن اور مختلف نیٹوکری کی بیش مقدار قوم کی وصولی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ مصنوعی معیار تعلیم کا بودہ پن مقامی حالات اور معاشرت سے کئے ہوئے نصابات، غلامانہ ذہنیت کے ساتھ انگریزی میں تعلیم مہینگی اور کثیر تعداد میں کتابوں کی نصاب میں شمولیت مگر یہ کتابیں پڑھانے کی بجائے صرف ٹپچر ز کے تیار کردہ نوٹس کارٹال گوانے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ سوچ کر دل محسوس کر رہا جاتا ہے کہ صاحب احساس اور اہل دانش اور رواظلہم و استھصال کی علیغی کو کیوں محسوس نہیں کر رہے؟ تعلیم کی نج کاری اور خود مختاری شاید اتنی بری نہ ہوتی۔ ستم یہ ہے کہ اس آڑ میں حریص، لاچی، لثیرے اور للوچنبو ہمارے معاشرے کی چچاں برسوں پر محیط محرومی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے احساس کمتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلیم کو ایک منافع بخش کاروبار بنانا کر اپنے حرص و آز کے خون خوار بجنوں کے ساتھ اس ملک پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔

تقریباً پانچ برس قبل وطن عزیز میں انفار میشن ٹکنالوجی کا اور وہ تعلیمی سیکولر ازم اور استھصال کے روای عمل کے لئے ایک عمل اگیز(Catalyst) ثابت ہوا ہے۔ ریڈ یو، ٹوی اور پرنٹ میڈیا (خبرات اور رسائل وغیرہ) کے ذریعے معاشرے میں فاشی و عریانی اور بے راہروی (سیکولر ازم اور استھصال کے عملی مظاہر) کا جو سیلا ب اٹھ آیا تھا۔ انفار میشن ٹکنالوجی (ای۔ میل، ائرنیٹ وغیرہ) نے اس سیلا ب کی

سطح کو مزید بلند کر دیا ہے۔ اونچے مقامات اور بلند یوں پر اب تک پناہ گزین افراد خاندان بھی اب اس میں ڈوبتے نظر آ رہے ہیں۔ گویاپانی سے سر سے بلند ہوا جا رہے ہے

اٹھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

ہمیں اس قیامت کی چال کا توڑ کرنا ہو گا اور اس کا توڑ اسی صورت ممکن ہے کہ معاشرے میں سے ایسے لوگ اٹھیں، ایسے افراد آگے آئیں جن کے سیرت و کردار بھی قیامت کے ہوں۔ قیام پاکستان سے لیکر موجودہ دور تک گزشتہ باون بر سوں میں اس مملکت لا محدود پر ناجائز قابضین کی ایک نہایت چھوٹی سی اقیت (بشكل ایک یادو فیصلہ سرمایہ داروں اور جاگیر داروں) نے اپنے سوچ سمجھے منصوبوں اور سازشوں کے تحت پیدا کر دہ حالات کے جبر کے ذریعے اس ملک کے باشندوں کو کرپٹ اور بد عنوان بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیا گریہ قوم اتنی بخت جان نکلی کہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے گراس روٹ یوں تک کرپٹ کرنے میں لگ گیا۔ تاہم مقام شکر ہے کہ اس کے باوجود اب بھی ہمارے ہاں ایسے صاحب کردار اور دیانت دار جال کار موجود ہیں کہ جنمیں ہم بجا طور پر پہلاذی کے چراغ کہہ سکتے ہیں۔ دراصل اب ایسے ہی افراد کو "خانقاہوں" سے نکل رسم شیری ادا کرنی ہو گی یہ بات باور کرنے میں مشکل پیش نہیں آئی چاہیے کہ موجودہ نظام تعلیم کا ہشت یا (آٹھوپس) بلکہ ہزار پا کہنا زیادہ درست ہو گا ہمارے معاشرے کے جسد ناؤں میں اپنے زہر یا ناخن پیوست کر چکا ہے۔ اس زہر کا تریاق زبردست قوت ارادی اور عزم صمیم کیسا تھا اٹھائے گئے انتقالی اقدامات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

سب سے پہلے اس کام کا یہ انوجوانوں کو اٹھانا چاہیے۔ غنو ان شباب میں تمام انسانی صلاحیتیں اپنے جو بن پر ہوتی ہیں۔ لہذا جس کام کا یہ انجوان اٹھائیں گے وہ سرعت کے ساتھ منزل کو پائے گا۔ امین خائق زمانے کی کروٹ کے ساتھ تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پچاس کی دہائی تک اٹھ کی دہائی،

ستر کی دہائی اور اسی کی دہائی سے سقوط روں (1992ء) تک ہر دور میں طلبہ جدوجہد کی نو عصتیں بدلتے زمینی حقوق کے ساتھ بدلتی ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے تعلیمی اداروں میں مضبوط نظریاتی تنظیموں ایک دوسری کے مقابل نہیں حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ لہذا پاکستان کا دردر رکھنے والی تنظیموں کو کام کے انداز اور طریق کا پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ رعب سے دبا کر رکھنے والی تنظیموں کو کام کے انداز اور طریق کا پر نظر ثانی چاہیے۔ رعب سے دبا کر رکھنے کی بجائے عام طلبہ کو اچھے اخلاق اور پوری دردمندی کے ساتھ اپنے نقطہ نظر کا قائل کرنا چاہیے۔ ان تنظیموں کو چاہیے کہ وہ اپنے کارکنوں کے ذریعے طلبہ کے تعلیمی حقوق کے لئے موثر جدوجہد کا جلد از جلد آغاز کریں۔ اس جدوجہد کے اولین اقدام کے طور پر پہلے خود کارکنوں کو اپناریکارڈ شاندار نہیں تو اچا ضرور بنانا چاہیے۔ تبدیلی اور اصلاح کے عمل کا آغاز خود اپنی ذات سے کیا جائے تو یہ زاد رہ ساتھ ہونے کی وجہ سے آئندہ سفر اور اس کے مراحل بآسانی طے ہوتے ہیں۔ تبدیلی کا عزم رکھنے والے یہ کارکن (Instrument of change) اپنی پڑھائی میں دلچسپی لیئے والے، کلاس میں لازماً حاضر رہنے والے اور گروہی سیاست سے بالاتر ہو کر تمام اساتذہ کا احترام کرنے والے ہوں۔ تعلیم و تعلم کے عمل سے دورہ کر محفل لیدری کے لئے طلبہ کے تعلیمی حقوق کا نعرہ موجودہ تعلیمی سیٹ اپ میں زور نہیں پکڑ سکتا۔ طلبہ تنظیموں کے متذکرہ بالا صفات رکھنے والے کارکنوں کا اگلا قدم شفاف (Transparent) میراث یعنی قابلیت کی بناء پر بلا انتیاز درج بندی کے حصول کے لئے اٹھنا چاہیے۔ ہمارے بہت سے عمومی اور خاص طور پر تعلیمی مسائل کی جڑ دراصل غیر شفاف طرز عمل

میں ہے۔ دوستوں، عزیزوں اور اپنوں کے لئے ہم رواز اور ریگو لیشنز اور مراغات کو اس انداز میں طے نہیں کرتے جس انداز میں عام طلبہ اور دوسری تنظیموں کے کارکنوں کے لئے طے کرتے ہیں۔ کسی بھی صورت میں اس دو عملی، دور نگی اور منافقت کا کوئی جواز نہیں۔ شفاف انداز میں میراث کے نفاذ کے لئے بڑے ظرف کی ضرورت ہے۔ اسے پیدا کرنا چاہیے۔ کہ بڑا کام ہمیشہ بڑے ظرف والے ہی کرتے ہیں۔

سرکاری اور نجی شعبے میں قائم دونوں طرح کے تعلیمی اداروں میں کسی حد تک تعلیمی استھصال کے خاتمے کے لئے وسیع الظرفی کے ساتھ "حق بہ حق دار رسید" کی طرز پر معاملات طے کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی سر توڑ کوششوں کے باوجود اہل وطن کے دل و دماغ سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کو ختم نہیں کیا جاسکا۔ یہ بہت بڑی قوت ہے اس قوت میں ہر پست کو بالا کر دینے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور اس اسم مبارک میں چار دانگ عالم میں اجالا کرنے کا پوٹینشل ہمیشہ موجود رہا ہے اور تابد موجود رہے گا۔ ضرورت مخفی اس قدر ہے کہ اس قوت عشق کو دانشمندانہ عقیدت کے ساتھ بیدار کیا جائے۔ تعلیمی نظام میں موجود سیکولر ازم اور استھصال دونوں کا خاتمہ ممکن ہے۔ اسم محمد ﷺ کے اجالے سے سیکولر ازم اپنی موت آپ مر جائے گا۔ اور اس نام کے ساتھ والہانہ عشق رکھنے کی قوت سے ہر پست کو بالا کر کے استھصال کا قبیح قبیح ہو جائے گا۔

ملک و ملت کا در در رکھنے والے اساتذہ کرام فرض کی پکار پر لیک کہیں اور اس تبدیلی لانے والے قابلہ کے سالار بنیں۔ اس کے لئے سب سے پہلے انہیں اپنے اپنے میدان علم میں خوب محنت کر کے نام پیدا کرنا ہو گا۔ تحقیق کو اپنی عملی مساعی کا مخوب بناتا ہو گا اور اجتماعی مفاد کی خاطر گروہی تعلقات سے بالآخر ہو کر ہر طالب علم کے لئے کسی بھی معاشرے کی تغیری و بنت میں اساتذہ کا کردار ایک قائد ہوتا ہے۔ لہذا تعلیمی دنیا میں تبدیلی کی زبردست طلب کے اس موقع پر انہیں اس منصب کو سنبھالنا چاہیے۔

رزق حلال کمانے والے صاحب ثروت اور محیر حضرات کو اہل افراد کارکے تعاون سے معیاری رفاهی تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لئے میدان عمل میں آنا چاہیے۔ یہ تعلیمی ادارے شفاف میراث کے اصول پر گروہی و طبقاتی تعصب کو بالائے طاقت رکھتے ہوئے قوم کے ذہین ترین اور باصلاحیت بپول کو

اعزازی طور پر داخل کریں اور ان کی تعلیم کی تکمیل تک ان کے اخراجات پورے کرنے کا اہتمام کریں ایسے تعلیمی ادارے پہلے سے قائم ہیں (دی ٹرسٹ اسکول وغیرہ) الحمد للہ مخلص اور دیانت دار افراد شب و روز کی مسائی کے مل پر کامیابی کی منزیلیں طے کر رہے ہیں۔ موجودہ تعلیمی دکانداری کی اندر ہیر گنگری میں یہ ادارے یقیناً میثار نور ثابت ہوں گے اور معاشرے میں زر پرستی کے رجان کی حوصلہ شکنی کریں گے۔

گزارش ہے کہ تحریک اسلامی سے وابستہ اہل وسائل حضرات (معذرت کے ساتھ) اپنا سبقہ طرز عمل ترک کر کے بھاری بھر کم فیسوں اور بیسوں والے مہنگے تعلیمی تجارتی ادارے قائم کر کے دولت بنانے کی بجائے مجوزہ بالامعياری رفاهی ادارے قائم کریں۔ یقینی طور پر یہ ایک سریع الاثر انقلابی اقدام ہو گا اور آپ اللہ کے حضور یقیناً خیر کشیر کی شکل میں اجر پانے والے ہوں گے۔ ہمارے تعلیمی شبے میں موجودہ ہوس پرستی کے خاتمے کا یہ ایک شافعی و کافی نہج ہے۔ اسی طرح ہمت کر کے تعلیمی دکانداری کا شہر رکھنے والے اداروں سے برات کا اعلان کرنا چاہیے اور ان کی انتظامیہ میں کسی بھی طرح کی حیثیت میں موجود افراد کو وہاں سے ہٹا کر ان مجوزہ

معیاری رفاهی تعلیمی اداروں کی نظمت ان کے سپرد کر دی جائے۔ اسی طرح اسلام اور پاکستان کا درود رکھنے والے جوانوں کو زبردستی کو شعار بنانے والے تعلیمی اداروں یاد کانوں یاد کانوں کا ہر سطح پر بائیکاٹ کرنا چاہیے اور اگر کچھ نوجوان اس "دھندے" میں شریک ہو چکے ہیں تو انہیں نہایت حکمت اور داشمندی کے ساتھ دونوں دنیاوں میں اجر و ثواب کی خاطر عملی ایش پر ایجاد نہیں ہے۔

ملکی دلمپی در درکھنے والے اہل دانش اور تعلیمی ماہرین موجودہ زمینی حقائق کو مد نظر رکھ کر سیکولر ازم سے پاک جدید نصابات تجویز کریں۔ اور قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ کو مضامین کے طور پر پڑھانے کی بجائے انہیں ان نصابات کے اندر اس طرح سودا یا جائے کہ جس طرح جسم کے اندر روح رچی بھی ہوتی

ہے۔ اس مقصد کے لئے دانش ورول اور ماہرین تعلیم کی گلزار اور اکادمیاں تشکیل دی جائیں جو نصاب سازی کے ساتھ ان تیار کردہ نصابات کے مطابق نصابی اور ہم نصابی کتب کی ترتیب، تدوین، تایف اور تصنیف کا فریضہ بھی سرانجام دیں۔

اس میں کوئی بیٹک نہیں ایک زمانہ ایسا تھا کہ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے اس وقت کے مروجہ لباس و آداب اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ اب ایسا وقت نہیں رہا۔ زمینِ حقائق یکسر بدلتے ہیں۔ عام زندگی میں اور خصوصاً تعلیمی ماحول میں موجودہ تعلیمی ادارے اسٹاف، اساتذہ اور طلبہ کی ظاہری، ٹیپ ٹاپ پر توجہ کافی کم کر دیں اور سادگی اور وقار کے ملاب سے نیا تعلیمی کلچر پروان چڑھائیں۔ شاندار عمارت، زرق برق لہاسوں اور طلبہ کی وردیوں کے ریا کارانہ لوازمات کی مسلسل حوصلہ شکنی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارض عاصمہ کو مسخر کرنے کی جو منحصرہ صلاحیتیں حضرت انسان کو عطا کی ہیں۔ انہر نیٹ ان انسانی صلاحیتوں کے اظہار کی ادنیٰ مثال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گلوبلائزیشن یہودی چکر ہے۔ ہو گا۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کے پیغام کی آفاقیت کے اثبات میں مخفی یا ایک معمولی سی پیش رفت ہے۔ بلغو عنی ۔۔۔۔ کے فرمان نبوی پر کماحتہ عمل پیرا ہونے کے لئے انہر نیٹ ایک جدید تر ذریعہ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس ایجاد کے سبب دنیا بھر میں گناہ اور معصیت کے اڈے یا بالفاظ و مگر مورپے (ویب سائٹس) قائم ہو گئے ہیں اور انسانوں کی نیک طبیتی اور اخلاق پر عموماً اور مسلمانوں کے دین و اخلاق پر خصوصاً یہاں سے مسلسل جملے کئے جا رہے ہیں۔ جوڑو کرائے ایسے مارشل کھیل میں حریف کو ٹکست سے دوچار کرنے کیلئے یہ دانش مندانہ داؤ بڑا کارآمد اور کارگر ثابت ہوتا ہے کہ حریف کی قوت حملہ کو اسی کے خلاف استعمال کر لیا جائے۔ ایسے میں ذرا سی دانش اور ذرا سی قوت دشمن کو چاروں شانے چت گرا دیتی ہے۔ مسئلہ صرف چیلنج کو چیلنج کرنے کا ہوتا ہے۔ اس دنیاۓ فانی میں ہمیشہ انسانی نفس کو برائی

اور شر زیادہ پر کشش لگے ہیں۔ مگر اس دنیا میں نیکی اور خیر بھی ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ چراںچ مصطفویؐ سے شرار بولہی ہمیشہ سیزہ کار رہا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ تخلیق آدم سے لیکر اب تک انسان نے نیک فطرت پر پیدا کئے جانے کی بنا پر بالآخر گناہ کی ساری لذتوں اور کششوں کو ٹھکرایا ہے اور نیکی اور راستی کا خیر مقدم کیا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی رہی ہے کہ میر کاروں کی نگاہ بلند، سخن دلوaz اور جاں پر سوز ہو۔ وہ بنده پروری (اعلیٰ ظرفی) کی صفات سے متصف ہو اور یقین حکم، عمل چیم اور۔ "محبت فاتح عالم" کے ہتھیار سے لیس نار نمرواد آج بھی انداز گلتستان پیدا کر سکتی ہے۔ درحقیقت اسلام کا امن و آشتی کا ابدی پیغام پہنچانے کے لئے ان گنت ویب سائنسیں اور انکی وسیع پیانے پر تشویہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید زندگی کی اندر ونی اور یونی چوٹیں کھا کھا کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار انسان کسی پناہ کی ملاش میں ہے۔ اسلام کا فطری نظری یاتی پیغام بالا

خر انسان کی آخری پناہ گاہ لینے والا ہے۔ یہی چوائس ہم مسلمانوں نے دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور انٹرنیٹ سے فی الوقت بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی بنیادوں پر استوار نظام تعلیم میں انٹرنیٹ ایک مددگار و سیلہ کے طور پر منفی تبدیلیوں کی طرح ثابت تبدیلیوں کے لئے بھی مساوی طور پر موثر ثابت ہو سکتا ہے۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی مضبوط نظر یاتی تربیت اس کے منفی پہلوک اثرات زائل کر سکتی ہے۔